اسیرانِ افغانستان وعراق اور جنیوا کنونشن

*ڈاکٹر غلام علی خان

**ڈاکٹر عتیق الرحمٰن

Law making is motivated by the idea of facilitating human life in the society. In 1949 one of the four conventions passed in Geneva was Convention (III) Relative to the Treatment of Prisoners of War and its purpose was to provide relief to the tortures exercised upon the prisoners of war and provide them human rights. In the beginning of the twentieth century a large number of prisoners were taken in the war against terrorism. According to the above mentioned convention, the prisoners taken in Iraq and Afghanistan deserved to be treated in accordance with human rights and it was binding upon America as Detaining Power of these prisoners. It is sad that America allowed full freedom to its soldiers and designed such policies which gave way to inhuman treatment of the prisoners. No difference was established between Iraq and Afghanistan in these policies, though America itself differentiated between the legal status of prisoners of Iraq and Afghanistan. As the resulted the prisoners were maltreated. Both Non-Government and Government sources are witness that almost all the sections of Geneva Convention were violated in this regard. This paper aims at the analysis of practical implementation of the above mentioned convention and to estimate as to how far it justified its purpose of creation.

بیسویں صدی کے دوران دو عالمی اور انتہائی خوفناک جنگوں کے تکلیف دہ مناظر کی یاداشت کو اپنے ذہن میں لئے مہذب دنیا نئی صدی میں داخل ہی ہوئی تھی کہ ''دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ'' نے اس کا استقبال کیا۔ سابقہ صدی کے تلخ تجربات کی روشنی میں اکیسویں صدی کو اپنے لئے پرامن بنانے کے خواب دیکھنے والی مہذب دنیا کے یہ خواب اس وقت چکنا چور ہو گئے جب اسے ''واحد سپر پاور'' نے ایک لمبی اور مبہم جنگ لڑنے کا حکم دے دیا۔ دنیا کے بعض خطوں میں نئی صدی کی استقبالی تقریبات ابھی اختتام پذیر بھی نہ ہوئی تھیں کہ اس جنگ میں دنیا کو جھونک دیا گیا۔ گیارہ ستمبر 2001ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون سے جہازوں کے ٹکرائے جانے کے ردعمل کے طور پر امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ سپر پاور امریکہ نے اقوامِ عالم کو مختلف بلکہ متضاد گروہوں میں تقسیم کر دیا[1]۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گیارہ ستمبر 2001ء کو امریکہ میں پیش آنے والے واقعات کا ذمہ دار القاعدہ اور افغانستان کی طالبان حکومت کو قرار دیا گیا۔ دنیا میں ترقی کے اعتبار سے مرتب کی جانے والی فہرست میں یہ ملک افغانستان کہیں آخری ممالک میں شمار ہوتا تھا لیکن یہ نظام اسلامی کے قیام کی بدولت پوری دنیا میں مشہور تھا۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جب ستمبر 2001ء میں شروع کیا گیا تو پہلے مرحلے میں امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے ہمراہ افغانستان پر حملہ کیا اور وہاں طالبان حکومت ختم کر دی۔ اور اسی عالمی جنگ کے دوسرے مرحلے میں مارچ 2003ء میں عراق پر حملہ کر کے صدام حسین کی حکومت ختم کر دی۔ ان دونوں ممالک پر حملوں کا لازمی نتیجہ تھا کہ بہت سے قیدی حملہ آوروں کے ہاتھ آئے۔ مذکورہ بالا جنگ میں قائد کے کردار کا حامل امریکہ ہی ان قیدیوں کا قید کنندہ ہے۔

قیدیوں کے بارے میں امریکی پالیسی

امریکہ نے اپنے قبضے میں موجود قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس کی پالیسی کا عملی اظہار تھا۔ لہذا اس سلوک کا جنیوا کنونشن کی روشنی میں جائزہ لینے سے قبل ضروری ہے کہ اس پالیسی کے اہم پہلوؤں کا مطالعہ کیا جائے۔

بین الاقوامی جنگوں میں فریقین کی جانب سے لڑنے والوں میں سے جو گرفتار ہو جائیں انہیں جنگی قیدی کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن افغانستان اور عراق میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے لڑنے والوں کو جب گرفتار کیا گیا تو انہیں یہ حیثیت دینے سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ جن لوگوں کو بین الاقوامی جنگوں یا تصادم کے نتیجے میں گرفتار کیا جاتا ہے وہ جنگی قیدی کی حیثیت کے حامل قرار پاتے ہیں۔ اگر انہیں بعض وجوہ کی بناء پر جنگی قیدی کا درجہ نہ دیا جا سکے تو یہ محبوسین کہلاتے ہیں اور ان دو حیثیتوں کے علاوہ کسی تیسری حیثیت سے قانون بین الاقوام آشنا نہیں۔ لیکن ادھر ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نتیجے میں گرفتار افراد کو بش انتظامیہ نے خود ساختہ درجہ دیا۔ عالمی قوانین کے خلاف امریکہ نے انہیں ''غیر قانونی مقاتل'' کی حیثیت سے نوازا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے جو پالیسی بیان جاری کیا گیا وہ امریکہ کے سیکرٹری آف ڈیفنس ڈونلڈ رمزفیلڈ نے 11 جنوری 2002ء کو دیتے ہوئے کہا:

> They will be handled not as prisoners of war, because they are not, but as unlawful combatants. The, as I understand it, technically unlawful combatants do not have any rights under the Geneva Convention.2ے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ان سے جنگی قیدیوں والا معاملہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ جنگی قیدی نہیں ہیں بلکہ غیر قانونی جنگجو ہیں۔ جہاں تک مجھے سمجھ ہے، تکنیکی لحاظ سے غیر قانونی جنگجو کے جنیوا کنونشن کے مطابق کوئی حقوق نہیں ہیں۔

سرکاری سطح پر صدر بش نے جہاں گرفتار کئے گئے افراد کو ''جنگی قیدی'' کی حیثیت سے محروم کیا وہیں ان کے ساتھ متبادل ''انسانی سلوک'' کا وعدہ بھی کر دیا۔ ''جنگی قیدی'' کی حیثیت کھو دینے کے بعد یہ افراد تیسرے جنیوا کنونشن کے فراہم کردہ وہ تمام تحفظ کھو چکے تھے جو انہیں اس کی رو سے حاصل تھا اور انہیں متبادل تحفظ کے طور پر انسانی سلوک کا عندیہ صدر امریکہ کی طرف سے دیا گیا3۔ یہ تحفظ اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے ''سیاسی بیان'' کی طرز کا ''جنگی بیان'' ثابت ہوا۔

اسیران جنگ سے امریکی سلوک کی پالیسی کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ جان بوجھ کر ان قوانین کو بے اثر بنایا گیا جو قیدیوں سے بدسلوکی کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکتے تھے۔ اس حوالے سے گوانتانامو بے یعنی کیوبا کے امریکی بحری اڈے کا قیدیوں کی رہائش کے لئے انتخاب کرنا بہترین مثال ہے۔ یہ ویران جزیرہ امریکہ نے کیوبا سے ہمیشہ کے لئے کرائے پر لے رکھا ہے۔ جس کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا گیا کہ یہاں پر ہونے والی سرگرمیاں امریکی عدالتوں کے قانونی دائرہ اختیار سے باہر ہوں گی۔ بعد میں جب کچھ قیدیوں نے قانونی چیلنج کیا تو امریکی حکومت نے یہی دلیل دی کہ امریکی عدالتیں اس علاقے میں قیدیوں سے کیے گئے سلوک کے حوالے سے سماعت کا اختیار ہی سرے سے نہیں رکھتیں خواہ وہ یہاں تشدد کا نشانہ بنائے جائیں یا اسی طرح کی کسی دوسری بدسلوکی کا شکار ہوں4۔

اسیران جنگ کے متعلق ترتیب پانے والی پالیسی کا ایک اہم عنصر یہ تھا کہ امریکی صدر کو گرفتار شدہ افراد سے معلومات اگلوانے کے حوالے سے بے پناہ اختیارات دے دیئے جائیں اور وہ انہیں بے لاگ اور بلا روک ٹوک استعمال کر سکے۔ بین الاقوامی قوانین تو درکنار اگر کہیں نظر آیا کہ صدر کے ان اختیارات کو کوئی قومی قانون بھی متاثر کر رہا ہے تو اسے بھی اس صورت حال میں ناقابل اطلاق قرار دے دیا گیا۔ جیسا کہ امریکی اسسٹنٹ اٹارنی جنرل جے بی بائبی نے صدر کے قانونی مشیر کے نام ایک یادداشت میں واضح کرتے ہوئے حالت جنگ میں صدر کے لامحدود اختیارات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

As Commander-in-Chief, the President has the constitutional authority to order interrogations of enemy combatants to gain intelligence information concerning the military plans of the

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

enemy. The demands of the Commander-in-Chief power are especially pronounced in the middle of a war in which the nation has already suffered a direct attack......Any effort to apply Section 2340A in a manner that interferes with the President's direction of such core war matters as the detention and interrogation of enemy combatants thus would be unconstitutional.5؎

کمانڈر ان چیف کے طور پر صدر کے پاس آئینی اختیار ہے کہ وہ اپنے دشمن جنگوؤں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے تفتیش کرے تا کہ دشمن کے آئندہ منصوبوں کا پتہ لگا سکے۔ جنگ کے دنوں میں کمانڈر ان چیف کے پاس بہت اہم اختیارات ہوتے ہیں۔شق نمبر 230A کو لاگو کرنے کی کوئی بھی کوشش ....صدر کی جانب سے اہم جنگی معاملات جیسے کہ گرفتاری اور تفتیش میں مداخلت غیر آئینی ہے۔

جنیوا کنونشن سمیت دیگر بین الاقوامی قوانین کی رو سے جنگ کے نتیجے میں گرفتار ہونے والے افراد کو غیر مشروط طور پر غیر انسانی سلوک کے خلاف تحفظ حاصل ہے مگر ''دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ'' کے قیدیوں کو جس انسانی سلوک کی ضمانت دی گئی وہ فوجی ضروریات سے مشروط تھی6؎۔ اچھے سلوک کو فوجی ضروریات سے مشروط کرنا اپنے مفہوم کے اعتبار سے معنی خیز تھا۔گویا آسان الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ فوجی ضرورت کے پیش نظر یہ سلوک ترک کر دیا جائے گا۔اس طرح بہتر سلوک کی بجائے اہمیت فوجی ضرورت کی ہی تسلیم کی گئی یعنی قیدیوں سے اچھا سلوک فوجی ضرورت کے مقابلے میں ثانوی حیثیت کا حامل قرار پایا۔

قیدیوں سے متعلق امریکی پالیسی کے تحت تشدد کی ایسی تعریفات متعارف کرائی گئیں کہ اس کی مثال پہلے کبھی نہیں ملتی۔ عالمی قوانینِ جنگ کی رو سے تشدد جہاں عمومی طور پر ممنوع قرار پایا وہیں یہ فوجی ضروریات کے تحت بھی نا قابل قبول ہے۔تشدد کی مذمت ہرگز کوئی نئی بات نہیں بلکہ گذشتہ تقریباً ایک صدی سے باقاعدہ طور پر مختلف بین الاقوامی معاہدات کے ذریعے اسے انسانی اقدار کے منافی سمجھا جاتا رہا ہے 7۔اس حوالے سے موجود معاہدات و دستاویزات کی متعلقہ شقوں کا خلاصہ شاہد ہے8؎۔''دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ'' کے دوران بش انتظامیہ نے مندرجہ بالا تشدد کی ممانعت اور کراہت سے الجھے بغیر اس کے مفہوم کی ایسی تاویلات اور تعبیرات کیں کہ متعلقہ قوانین کی روح بری طرح متاثر ہوئی اور یہ بے معنی ہو کر رہ گئے۔اس طرح کی تشریحات سے تشدد کی ممانعت بے اثر ہو کر رہ گئی۔مثلاً امریکہ کی سرکاری سطح پر جنگی قیدی کو شدید

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

چوٹ پہنچانے کی ممانعت کا مفہوم یہ اخذ کیا گیا کہ جب تک قیدی کا کوئی عضو ناکارہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہر تشدد جائز ہے۔ اسی طرح اگر پوچھ گچھ کرنے والے کی نیت میں تشدد شامل نہیں تھا، تو ہونے والے کسی درد یا تکلیف کو تشدد تصور نہیں کیا جائے گا9۔

امریکی پالیسی کا ایک واضح نقطہ یہ بھی تھا کہ قیدیوں کے ساتھ تشدد اور بدسلوکی کرنے والوں کو قانون کی گرفت سے بچا لیا جائے۔ اگر کبھی کسی دباؤ کے تحت کوئی اقدام بھی کرنا پڑا تو یہ کاغذی کاروائی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ امریکی انتظامیہ کی یہ پالیسی نہ صرف ابتدائی ایام تک محدود تھی بلکہ بعد ازاں تسلسل کے ساتھ یہ برقرار رہی10۔

یہ رویہ نہ صرف عراق کے حوالے سے تھا بلکہ گوانتاناموبے اور افغانستان میں امریکی فوج نے مختلف نوعیت کے افراد کے خلاف فوجداری کے دعوے دائر کیے جن میں اکثریت کم درجے کے فوجیوں کی تھی۔ ان میں کافی لوگ انتظامی بنیادوں پر چھوڑ دیئے گئے جن میں بعض سینئر رینک کے افسر بھی شامل تھے۔ ابوغریب جیل سے تصاویر برآمد ہونے کے بعد سیکرٹری دفاع کی طرف سے کئی تحقیقاتی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ اُن کا محرک کوئی ثمر طلب نیت نہ تھی بلکہ یہ اس طرح ترتیب دی گئیں کہ یہ توجہ ہٹانے کا باعث ہوں تاکہ سیکرٹری دفاع اور وائٹ ہاؤس تنقید سے بچے رہیں۔ ان تمام اقدامات سے آگے بڑھتے ہوئے صدر بش ان تمام لوگوں کو آگے لائے جنہوں نے قیدیوں سے متعلق پر تشدد پالیسی بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس سلسلے میں گونزیلس اور جے بی بائبی کے نام نمایاں ہیں11۔

اسیران جنگ سے سلوک کی امریکی پالیسی کا ایک مظہر قیدیوں کو زبردستی غائب کر دینا ہے۔ نہ صرف میدان جنگ سے پکڑے گئے افراد کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا بلکہ میدان جنگ کے علاوہ دیگر جگہوں بلکہ دیگر ریاستوں سے گرفتار کئے گئے افراد کے ساتھ بھی یہی حکمت عملی اپنائی گئی۔ یعنی امریکی حکام ان قیدیوں کو کسی خفیہ جگہ پر اپنی تحویل میں رکھتے مگر اس کا اعتراف سرکاری طور پر نہیں کیا جاتا تھا تاکہ کوئی قانون ان قیدیوں کو تحفظ فراہم نہ کر سکے۔ یوں 2001 کے بعد سے پوری دنیا میں لاپتہ افراد کی تعداد میں بے تحاشا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس معاملے میں ان ریاستوں کی حکومتیں بھی بالعموم شریک رہی ہیں 12۔ اس حکمت عملی کے شکار قیدیوں میں خالد شیخ محمد اور ابوزبیدہ کے نام نمایاں ہیں۔ اس طرح کے قیدیوں تک نہ تو انٹرنیشنل کمیٹی آف دی ریڈ کراس کو رسائی دی جاتی ہے، نہ ہی ان کی گرفتاری کا کوئی نوٹیفکیشن جاری کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان سے کئے جانے والے سلوک کی کوئی خبر کسی کو معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح کے قیدیوں کی تعداد کسی کو صحیح معلوم نہیں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کیونکہ اکثر حالات میں تو ان کی گرفتاری کی خبر اور اطلاع ہی ارادتاً خفیہ رکھی جاتی ہے۔ صرف 2004ء کے وسط تک ہیومن رائٹس واچ کو ایسے افراد کی جو فہرست معلوم ہوسکی ہے وہ تعداد میں تیرہ افراد ہیں 13۔

جنگ ہذا کے اسیران کی حیثیت

گیارہ ستمبر کے واقعات کے ردعمل کے طور پر جب امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو اس دوران میدان جنگ سے کئی افراد اس نے گرفتار کئے۔ ان گرفتار شدہ افراد کو نہ صرف افغانستان میں موجود کئی ظاہری اور خفیہ قید خانوں میں رکھا گیا بلکہ ایک قابل ذکر تعداد کو گوانتا ناموبے منتقل کر دیا گیا۔ ان گرفتار شدہ افراد کو غیر قانونی مقاتل (Unlawful combatants) قرار دیا گیا۔ امریکی حکومت کے اس فیصلے کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مخالفت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس فیصلے کا کوئی قانونی جواز موجود نہ تھا۔ امریکی انتظامیہ کا یہ موقف بہت سے سقم اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ نہ صرف یہ سقم بین الاقوامی قانون کے اعتبار سے تھے بلکہ یہ خود اپنے ملکی قوانین سے بھی انحراف تھا 14۔

بین الاقوامی قانون میں دوران جنگ گرفتار شدہ افراد کی حیثیت کی تعیین کا معیار اور طریقہ کار موجود ہے لیکن امریکی فیصلے میں اس قانون کی پاسداری نہیں کی گئی اور یہ فیصلہ صادر کرتے ہوئے کسی قانونی دلیل کو بنیاد نہیں بنایا گیا بلکہ اس کا واضح محرک یہ تھا کہ دشمن کے گرفتار شدہ افراد کو ہر طرح کے قانونی تحفظ سے محروم کر دیا جائے۔ گویا امریکی انتظامیہ کی نظر میں یہ لوگ کسی بھی قانونی حیثیت اور قانونی حق کے ہرگز مالک نہ تھے 15۔

دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے دوران گرفتار کئے گئے افراد کے معاملے کو اگر تمام متنازعہ محرکات کی بجائے محض قانونی بنیادوں پر حل کیے جانے کی خواہش ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ بین الاقوامی قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے یہ مسئلہ حل نہ ہوتا۔ کیونکہ بین الاقوامی معاہدات میں سے دو اہم معاہدات ایسے ہیں جو اسیران جنگ کی حیثیت متعین کرنے کے لئے انتہائی واضح شقیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ تیسرا جنیوا کنونشن 1949ء اور 1977ء کا جنیوا پروٹوکول اول اس موضوع پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ امریکی انتظامیہ کے فیصلے سے ان دونوں معاہدات کی سنگین خلاف ورزی ہوئی۔ امریکی انتظامیہ اور صدر بش نے اپنے ہاں قید افراد کے بارے میں اسیران جنگ کی حیثیت سے جب انکار کیا تو وائٹ ہاؤس کی پریس سیکرٹری نے ایک پریس ریلیز کے ذریعے سے اس فیصلے کے قانونی رموز سے پردہ اٹھانے کی ایک مبہم کوشش کی۔ اس پریس ریلیز میں انکار کی جو وجوہات منظر عام پر لائی گئیں انہوں نے امریکی انتظامیہ کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

لئے کئی مزید سوالات پیدا کر دیئے۔اس پریس ریلیز میں امریکی انتظامیہ کے موقف کی تائید میں جنیوا کنونشن کی جن شقوں کی طرف اشارہ کیا گیا وہ فی الحقیقت اس موقف کے اسی قدر خلاف تھیں جس قدر اس کی تائید میں انہیں پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ پریس ریلیز میں موقف کو وضاحتی انداز سے پیش کرتے ہوئے کہا گیا:

> *"Under Article 4 of the Geneva Convention, however, Taliban detainees are not entitled to POW status. To qualify as POWs under Article 4, al Qaeda and Taliban detainees would have to have satisfied four conditions: they would have to be part of a military hierarchy; they would have to have worn uniforms or other distinctive signs visible at a distance; they would have to have carried arms openly; and they would have to have conducted their military operations in accordance with the laws and customs of war. The Taliban have not effectively distinguished themselves from the civilian population of Afghanistan. Moreover, they have not conducted their operations in accordance with the laws and customs of war. Instead, they have knowingly adopted and provided support to the unlawful terrorist objectives of the al Qaeda"*[16]

جنیوا کنونشن کے آرٹیکل 4 کے مطابق طالبان قیدی جنگی قیدی کے زمرے میں نہیں آتے۔آرٹیکل 4 کے تحت جنگی قیدی کہلانے کے لئے طالبان قیدیوں کا چار شرائط پر پورا اُترنا ضروری ہے؛ اُن کا کسی بھی فوج کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے، انھوں نے یونیفارم پہنے ہوں جن پر ایسے نشان ہوں کہ دور سے ان کی تمیز کی جا سکے،انہوں نے سرِ عام اسلحہ پکڑ رکھا ہو،ان کا جنگی طریقہ کار جنگ کے اصولوں کے مطابق ہو۔طالبان نے اپنے آپ کو افغانستان کے لوگوں سے الگ رکھنے کا کوئی انداز نہیں اپنایا۔مزید یہ کہ انہوں نے جنگی اصولوں کو بھی مدِ نظر نہیں رکھا۔اس کی بجائے انہوں نے جان بوجھ کر القاعدہ جیسی دہشت گرد تنظیم کا ساتھ دیا۔

اس پریس ریلیز کے ذریعے تیسرے جنیوا کنونشن 1949 کی جس شق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس میں قیدی کی حیثیت کے مستحق افراد کی نمایاں طور پر چھ اقسام بیان کی گئی ہیں،جن میں سے کم از کم دو اقسام کی رو سے واضح طور پر طالبان قیدی بطور اسیران جنگ سلوک کے مستحق قرار پاتے ہیں۔جیسا کہ متعلقہ آرٹیکل کا متن واضح کر رہا ہے۔

> "A Prisoners of war, in the sense of the present Convention, are persons belonging to one of the following categories, who

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

have fallen into the power of the enemy: Members of the armed forces of a Party to the conflict as well as members of militias or volunteer corps forming part of such armed forces." 17

موجودہ کنونشن کے لحاظ سے جنگی قیدی وہ لوگ ہیں جن کا تعلق مندرجہ ذیل کسی بھی درجے سے ہو، جو دشمن کی قید میں چلے گئے ہوں: کسی بھی جنگی گروہ کا حصہ ہوں، جو جنگ میں حصہ لے رہے ہوں اور وہ فوج کے رکن ہوں یا کسی رضا کار دستے کے رکن ہوں جو کہ اس مسلح فوج کا حصہ ہو۔

اس متن کی رو سے طالبان افراد یقینی طور پر جنگی قیدی کے درجے کے مستحق ہیں کیونکہ وہ تصادم (Conflict) کے ایک فریق کے رکن ہیں اور مزید یہ کہ وہ کم از کم مسلح تصادم کے ایک فریق کی مسلح افواج کی ملیشیا یا رضا کار کے ارکان تو ضرور ہیں۔ یہ متن دراصل کسی بھی فوج کے روایتی ارکان کو بعد از گرفتاری جنگی قیدی کا درجہ فراہم کرتا ہے۔ اور اس کی رو سے مزید کوئی شرط جنیوا کنونشن میں موجود نہیں ہے۔ رہا پریس سیکرٹری کا وہ استشہاد کہ جس میں اس نے چار شرائط کا ذکر کیا ہے تو اس کا تعلق اس گروپ سے ہے جو روایتی فوج کی بجائے گوریلا گروپس کو اس درجے کا مستحق قرار دیتا ہے۔ یہ استشہاد کسی غلط قانونی استدلال کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ تو محض غلط حقائق کی فراہمی کا اظہار تھا۔ کیونکہ مذکورہ بالا دونوں گروپس کو تیسرے جنیوا کنونشن 1949 نے ایک دوسرے سے متصل ذکر کیا ہے یعنی روایتی فوج کے ارکان اور گوریلا فوج کے ارکان کو بالترتیب سب پیراگراف 1 اور 2 میں بیان کیا گیا ہے۔ استشہاد کی اسی سادگی پر طنزیہ تبصرہ کرتے ہوئے جارج ایلڈرک نے کہا کہ اگر پریس ریلیز کے موقع پر موجود افراد کے پاس تیسرے جنیوا کنونش کے متن کی کاپیاں موجود ہوتیں تو وہ ضرور پوچھتے کہ آرٹیکل 4 کی پہلی شق کا کیا معاملہ ہے؟18

تیسرے جنیوا کنونشن کے چوتھے آرٹیکل کی پہلی شق کی طرح طالبان جنگجو اس کی تیسری شق کی رو سے بھی جنگی قیدی کے درجے کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مرکزی کمان کے تحت منظّم تھے اور اس طرح باقاعدہ فوج کی شرط پر پورا اترتے ہیں جو کہ تیسری شق کا مطالبہ ہے جہاں تک طالبان کے متعلق الزامات کا تعلق ہے کہ وہ واضح شناخت نہیں رکھتے تھے اور وہ قوانین جنگ کا احترام نہیں کرتے تھے تو یہ بات محققین کے ہاں کوئی وزن نہیں رکھتی کیونکہ حقائق ان الزامات کے منافی ہیں اور اس طرح وہ طالبان جنگجوؤں کے اسیران جنگ کے درجہ کو متاثر نہیں کر سکتے جیسا کہ مسٹر ولفرم اور مسٹر فلپ نے لکھا ہے:

"The Taliban fighters were distinguishable from the civilian population because they wore black turbans and had scarves indicating to which force they belonged. This is to be considered

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

as a distinctive sign appropriate for identifying them as members of the armed forces. To wear a uniform is not even required for regular forces. As to the second argument it has already been pointed out that prisoners of war may be prosecuted by the detaining power also for acts committed prior to their being taken prisoner. They do not lose their prisoner of war status in this context although they may, on the basis of the criminal sanctions imposed, lose most or all rights prisoners of war enjoy." 19

طالبان جنگجو عام آبادی سے ممیّز کیئے جاسکتے ہیں کیونکہ انہوں نے کالی پگڑیاں باندھ رکھی ہوتی ہیں اور سکارف باندھے ہوتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسی نشانی ہے جس کی بنا پر ان کے کسی مسلح گروہ سے تعلق ہونے کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ عام فوج کے لئے یونیفارم پہننا ضروری نہیں۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے یہ بات پہلے ہی واضح کی جاچکی ہے کہ جنگی قیدیوں کو پکڑے جانے سے پہلے کئے گئے کاموں کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ اس تناظر میں اُن کی جنگی قیدیوں کی صف سے نہیں نکالا جاسکتا، اگرچہ ہم اُن کے جرموں کی بنیاد پر اُن سے جنگی قیدیوں کے کئی حقوق چھینے جاسکتے ہیں۔

افغانستان میں امریکی جارحیت کے دوران اس نے طالبان جنگجوؤں کے ساتھ ساتھ القاعدہ ارکان کو بھی گرفتار کیا اور انہیں مجموعی طور پر بلا استثناء تمام حقوق سے محروم قرار دے دیا۔ لیکن حقیقت ہے کہ جس طرح طالبان کے بارے میں امریکی موقف قانون بین الاقوام کی بالعموم اور جنیوا کنونشنز کی بالخصوص خلاف ورزی تھی اسی طرح القاعدہ ارکان کے بارے میں بھی اس موقف کے ذریعے جنیوا کنونشنز اور رواجی قانون بین الاقوام کی بھی سنگین خلاف ورزیاں کی گئیں۔ القاعدہ ارکان افغانستان کی حکومت کی طالبان ملٹری فورس میں شامل ہو گئے تھے اور اس کا حصہ بن چکے تھے جس کی بنیاد پر انہیں بھی طالبان جنگجوؤں کا درجہ ملنا چاہیے تھا لیکن اگر اس کے شواہد امریکی انتظامیہ کو میسر نہیں تھے یا پھر جان بوجھ کر ان کو چھپایا گیا اور انہیں طالبان سے الگ شناخت کا حامل قرار دیا گیا تو بھی بین الاقوامی قانون کے تحت انہیں تحفظ حاصل تھا 20۔

اس تحفظ سے انہیں محروم کر کے امریکی حکومت نے جنیوا کنونشنز اور اپنے ملکی قانون کی خلاف ورزی کی۔ اگرچہ بین الاقوامی قانون کے اکثر ماہرین القاعدہ ارکان کو طالبان سے الگ شناخت کا حامل قرار دیتے ہیں لیکن وہ امریکی موقف کی اس اعتبار سے شدید مخالفت کرتے ہیں کہ یہ لوگ سرے سے ہی کسی حق اور تحفظ کے مستحق نہیں۔ 1949ء میں وجود میں آنے والے جڑواں جنیوا کنونشنز کی نظر میں گرفتار شدہ افراد

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں سے کوئی فرد ایسا نہیں کہ جسے فاتح یعنی قید کنندہ قوت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ ان کنونشن کے تخلیق کے محرکات اور ان کی روح کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ القاعدہ ارکان جیسے افراد سے قید کنندہ قوت کے سلوک سے متعلق رہنما شقیں ان کنونشنز کے اندر موجود ہیں۔ جیسا کہ چوتھے جنیوا کنونشن میں کہا گیا ہے:

"Persons protected by the Convention are those who, at a given moment and in any manner whatsoever, find themselves, in case of a conflict or occupation, in the hands of a Party to the conflict or Occupying Power of which they are not nationals."21

کنونشن اُن لوگوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے جو کہ اس موقع پر کسی بھی حالت اُس جگہ موجود ہوں جہاں جنگ یا قبضہ کیا گیا ہو اور وہ اس جگہ کی شہریت نہ رکھتے ہوں۔

یہ دفعہ دشمن کے ہاتھوں میں موجود افراد کو بلا استثناء شفقت اور مہربانی سے اپنی آغوش میں لے رہی ہے اس شق کی رو سے ایسے تمام افراد کو تحفظ حاصل ہے جو مغلوب ہونے کے بعد دشمن کے قبضے میں ہیں22 گویا القاعدہ ارکان واضح طور پر چوتھے جنیوا کنونشن کی رو سے تحفظ پانے والے افراد تھے جن کے تحفظ سے انکار کرتے ہوئے امریکہ نے کنونشن ہذا کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا ہے۔ امریکہ نے جن افراد کو غیر قانونی جنگجو کہہ کر بین الاقوامی قانون اور جنیوا کنونشنز کے سائے سے محروم کرنے کی کوشش کی ان کے متعلق اضافی پروٹوکول اول میں بھی شفیقانہ برتاؤ کے متعلق انتظام کیا گیا ہے23۔

جنیوا کنونشنز کی رو سے کسی قید کنندہ قوت کو محض شک کی بناء پر یا ذاتی فیصلے کی بنیاد پر یہ اختیار ہرگز حاصل نہیں ہے کہ وہ دوران جنگ گرفتار شدہ افراد کو اسیران جنگ کی حیثیت اور مقام و مرتبہ سے محروم کر دے۔ اگرچہ تیسرے جنیوا کنونشنز نے تفصیلی طور پر اسیران جنگ کی مختلف اقسام یعنی Categories بیان کر دی ہیں لیکن اس تفصیل کے بعد بھی ممکن ہے کہ گرفتار شدہ افراد کے بارے میں کوئی ابہام پیدا ہو جائے۔ اور قید کنندہ ریاست کسی فرد کو جنگی قیدی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہو مگر وہ فرد جنگی قیدی کی حیثیت کا دعویدار ہو، جیسا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکیوں کے ہاتھوں قید افراد کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے متضاد دعوؤں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ابہام کا ازالہ کرنے کا واضح طریقہ کار خود تیسرے جنیوا کنونشن کے اندر ہی بیان کر دیا گیا ہے:

"Such persons shall enjoy the protection of the present convention untill such time as their status has been determined by a competent tribunal"24.

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ایسے تمام لوگوں کو موجودہ کنونشن کا تحفظ حاصل ہے۔ یہاں تک کہ ان کی حیثیت کے بارے میں کوئی قابل عدالت کوئی فیصلہ دے۔

اس شق کے متن کے انہی ظاہری معانی کو امریکی فوج کے فیلڈ مینوئل میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ شق ہر اس فرد پر لاگو ہوگی جو جنگجوانہ کاروائی میں ملوث ہونے کی بدولت گرفتار کرلیا جائے اور پھر وہ اسیران جنگ کے لقب کا حقدار ہونے پر اصرار کرے 25۔ اسی طرح 1977 کا جنیوا پروٹوکول اول بھی اپنے آرٹیکل 45 کے مطابق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس طرح کے ابہام کو دور کرنے کا حل یہی ہے کہ ''مجاز ٹریبونل'' کے ذریعے اصل حیثیت کا تعین کیا جائے۔ یہ پروٹوکول قابل قدر اہمیت کا حامل ہے 26۔ ان قوانین پر عمل کرتے ہوئے مشتبہ گرفتار شدہ افراد پر اسیران جنگ کی حیثیت کے اطلاق یا عدم اطلاق کی غرض سے ''مجاز ٹریبونل'' تشکیل دے کر اس کے فیصلوں کو تسلیم کرلیا جانا چاہیے اور یہی اس جنگ کے دوران بین الاقوامی قانون کا تقاضا ہے مگر امریکہ کی طرف سے اس جانب کوئی پیش قدمی نہ کرنے کا واضح اور سادہ مطلب جنگی قوانین کی خلاف ورزی ہے، حالانکہ امریکہ اس طرح کے ٹریبونل ماضی میں تشکیل دیتا رہا ہے 27۔ لیکن حالیہ جنگ کے دوران قیدیوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کی خاطر اس طرح کے قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ شاید اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے ٹریبونل کی تشکیل سے حتمی طور پر فائدہ قیدافراد کو ہوگا۔ لہٰذا ان افراد کی حقوق سے محرومی کی غرض سے قوانین کو پس پشت ڈالا جارہا ہے۔ امریکہ کا یہ خدشہ کہ حتمی طور پر فائدہ قیدافراد کو ہوگا یقیناً درست ہے کیونکہ اس طرح کے افراد کے فائدے ہی کی خاطر تو بین الاقوامی سطح پر قانون سازی کی جاتی ہے 28۔

مختصر یہ کہ القاعدہ ارکان کو بھی طالبان کی طرح تمام حقوق سے یکسر محروم کرنے کی امریکی پالیسی کا بین الاقوامی قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو بین الاقوامی قانون کے اہم معاہدات یعنی جنیوا کنونشنز کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ اس امریکی انکار کے بعد طالبان جنگجو جس طرح تیسرے جنیوا کنونشن کے ثمرات سے عمداً محروم کیے گئے اسی طرح اس فیصلے سے القاعدہ ارکان بھی کئی حقوق سے محروم کردیئے گئے۔

افغانستان میں اسیرانِ جنگ سے سلوک

افغانستان میں طالبان حکومت کے گرائے جانے کے بعد کثیر تعداد میں لوگوں کو قیدی بنایا گیا۔ امریکی افواج نے افغانستان سے گرفتار کیے گئے قیدیوں کی ایک بڑی تعداد کو اگرچہ گوانتاناموبے میں قید رکھنے کے لئے منتقل کردیا لیکن تمام قیدیوں کو یہاں منتقل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا جن لوگوں کو افغانستان سے باہر نہیں بھیجا گیا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ان کے ساتھ دوران قید کیا سلوک کیا گیا اس کا جائزہ اس عنوان میں لیا جائے گا یا دوسری طرح کے وہ لوگ بھی تھے جو بالآخر تو گوانتاناموبے میں بھیج دیئے گئے مگر اپنی گرفتاری کے بعد اور منتقلی سے پہلے افغانستان کی سر زمین پر ہی زیرِ حراست رہے، ان کے ساتھ سلوک کا جائزہ بھی اسی مقام پر لیا جائے گا۔ افغانستان میں امریکی فوجیوں کے قبضے میں موجود جنگی قیدیوں سے جو سلوک کیا گیا وہ اہم شواہد کی رو سے اس سلوک سے قدرے مختلف نہیں ہے جو گوانتاناموبے اور پھر عراق کے قید خانوں میں کیا گیا، لہٰذا مثال کے طور پر صرف دو مشہور اور بڑے قید خانوں میں اسیران جنگ سے امریکی سلوک کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

بگرام: یہ حراستی مرکز دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران قابل ذکر شہرت حاصل کرنے والے حراستی مراکز میں سے ایک ہے۔ یہاں زیرِ حراست قیدیوں کو بنیادی ضروریات زندگی سے اکثر و بیشتر محروم رکھا گیا۔ قیدیوں کی یہ محرومی معمول کا حصہ تھی29۔ نیند سے محرومی کا یہاں خاص انتظام کیا جاتا تھا جب کوئی قیدی سونے کی کوشش میں مصروف ہوتا تو ڈیوٹی پر مامور فوجی قیدیوں کے کمروں کی آہنی دیواروں اور دروازوں پر پتھر وغیرہ مارتے تھے اور یہ کام فوجی باری باری سرانجام دیتے تھے۔ زبردستی جگائے رکھنے کے سلسلے میں قیدیوں کے کمروں کے باہر تیز روشنی کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا30۔ یہاں موجود قیدیوں کو جان بوجھ کر موسم کی شدت کا شکار بنایا جاتا تھا۔ شدید سرد موسم میں قیدیوں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جاتا تھا۔ بعض اوقات برف پر بھی لٹایا جاتا تھا۔ بعض قیدیوں کو برہنہ حالت میں ٹھنڈے کمروں میں ڈال دیا جاتا۔ یہ سردی اور ٹھنڈ بعض اوقات منفی بارہ ڈگری سینٹی گریڈ تک بھی نوٹ کی گئی31۔

یہاں بگرام ایئر بیس میں قید افراد کو بلاوجہ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ دورانِ تفتیش جہاں تشدد کے بے شمار واقعات ملتے ہیں وہیں ایسے واقعات کی تعداد بھی کثرت سے موجود ہے جو تفتیش کے علاوہ رونما ہوئی۔ یہ تشدد خاص طور پر ہر سال 9/11 کی رات کو کیا جاتا تھا32۔ یہاں اسیرانِ جنگ کو عام حالات میں بھی شدید تشدد سے گزارا جاتا لیکن دوران تفتیش اس تشدد اور ایذا رسانی کو مزید بڑھا دیا جاتا33۔ اس جیل کے حوالے سے مشہور زمانہ وال سٹریٹ جنرل نے کچھ تفتیش کاروں کی زبانی انکشاف کرتے ہوئے لکھا:

> "Interrogators can also play on their prisoners' phobias, such as fear of rats or dogs, or disguise themselves as interrogators from a country known to use torture or threaten to send the prisoners to such a place. Prisoners can be stripped, forcibly shaved and deprived of religious items and toiletries"34

تفتیش کرنے والے اپنے قیدیوں کے فطری خوف کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں جیسے کہ کتوں یا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

چوہوں کا خوف ہو، یا وہ اپنا بھیس بدل کر ایسا بن سکتے ہیں کہ وہ کسے ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ تشدد کرنے میں جانا پہچانا ہو یا قیدی کو کسی جگہ بھی بھیج دینے کی دھمکی دی جا سکتی ہے۔
قیدیوں کو ننگا کیا جا سکتا ہے، ان کے بال صاف کیئے جا سکتے ہیں، ان کی مذہبی چیزیں اور اُن کی صفائی کی چیزیں اُن سے دور کی جا سکتی ہیں۔

بین الاقوامی قانون نے قیدی کی دوران قید فرار کی کوشش کو تسلیم کیا ہے اور جنیوا کنونشنز 1949ء نے اس کوشش کے خلاف قید کنندہ قوت کو حق فراہم کیا ہے کہ وہ اس دوران قیدی کو زبانی تنبیہ کر سکتی ہے اور اگر ایسی تنبیہ ثمر آور ثابت نہ ہو تو پھر بقدر ضرورت بھاگنے والے قیدی کو زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن ان کنونشنز نے ہرگز کسی ایسی ایذا رسانی کی اجازت نہیں دی جو کہ فرار کی کوشش کرنے والے قیدی کو پکڑ لینے کے بعد دی جائے۔ یہاں بگرام میں جو قیدی فرار کی کوشش کرتے تھے ناکام ہونے کی صورت میں انہیں تشدد کا تختہ مشق ضرور بنایا جاتا تھا۔ جن قیدیوں نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی انہیں اتنا مارا گیا کہ وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ گویا فرار کی کوشش کرنے والے افراد کو ناکامی کی صورت میں دوسروں کے لئے نشان عبرت بنا دیا جاتا 35۔

اس قید خانے میں امریکی فوجیوں کے تشدد کا نشانہ بننے والے افراد میں سے ایک قابل ذکر تعداد ایسی ہے جو کہ تشدد کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ گوانتاناموبے میں قید ایک قیدی نے بگرام جیل سے یہاں منتقل کئے گئے قیدیوں کی یادداشت کی بنیاد پر اپنی کتاب میں یہ تعداد 29 بتائی ہے 36۔ اگر چہ یہ تعداد بھی حتمی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ یہاں کے اعداد وشمار کو جمع کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں کہ یہاں ایسے تمام واقعات کو باہر کی دنیا سے خفیہ رکھنے کی پوری کوشش کی جاتی۔ علاوہ ازیں بگرام میں قیدیوں کی اموات کا تذکرہ عالمی شہرت یافتہ جرائد میں بھی کیا گیا ہے 37۔

قندھار: افغانستان میں امریکی فوج نے قیدیوں کے لئے ایک بڑی تعداد میں قید خانوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ ان کی معلوم تعداد بیس ہے اگر چہ اس کے علاوہ کئی ایک خفیہ جگہیں بھی قیدیوں کی حراست کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ ان معلوم قید خانوں میں سے قندھار کا قید خانہ بھی عالمی شہرت کا حامل ہے۔ یہاں قیدیوں سے کیا جانے والا سلوک بگرام کے مقام سے کچھ مختلف نہ تھا۔ قیدیوں کو جب یہاں لایا جاتا تو بھی ان کے ساتھ خوب بدسلوکی کی جاتی۔ بغیر کسی وجہ کے قیدیوں کو مارا جاتا اور سونے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی قیدی سو جاتا تو اسے جگا دیا جاتا۔ یہاں قندھار میں قیدیوں کو اکثر و بیشتر برف پر لٹایا جاتا یہاں تک کہ وہ سردی سے ٹھٹھر جاتے 38۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قندھار کی امریکی جیل میں قیدیوں کے کھانے پینے کا ٹائم ٹیبل کچھ یوں تھا کہ صبح اور شام کے وقت کسی قسم کا کھانا پینا فراہم نہیں کیا جاتا تھا صرف دوپہر اور آدھی رات کو کھانا دیا جاتا جس سے یہ نتیجہ بآسانی نکالا جا سکتا ہے کہ اس ٹائم ٹیبل کا مقصد یہ تھا کہ قیدیوں کو سونے نہ دیا جائے۔ آدھی رات میں قیدی سو رہے ہوتے تو انہیں جگا دیا جاتا کہ وہ کھانا کھالیں۔ جو کھانا یہاں دیا جاتا اس میں سور کا گوشت بھی اکثر اوقات ملا ہوتا۔ بعض اوقات قیدیوں کے کھانے میں سے اگر کوئی چیز فوجیوں کو پسند آتی تو وہ اسے خود نکال کر کھا لیتے۔ یہاں کھانے کے علاوہ دیگر روزمرہ کی ضروریات کا عالم بھی یہی تھا۔ کہ یہاں قیدیوں کے لئے بنائے گئے خیموں میں رفع حاجت کے لئے ایک یا دو بالٹیاں رکھی گئی تھیں۔ ہر قیدی رفع حاجت کے لئے اس پر بیٹھ جاتا جب یہ بالٹی غلاظت سے بھر جاتی تو دن میں ایک یا دو بار دو قیدیوں کو خیمے سے نکال کر ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھول دی جاتیں اور پھر وہ مختلف خیموں سے یہ بالٹیاں جمع کر کے ایک مشین میں ڈال آتے۔ یہاں صفائی کا قطعاً انتظام نہ تھا۔ نہ وضو کے لئے پانی دیا جاتا اور نہ ہاتھ اور چہرہ دھونے کے لئے۔ اگر کوئی قیدی اپنے پینے کے پانی سے بچا کر کبھی کبھار چہرہ دھو لیتا تو اس صورت میں قیدی کو سخت سزا دی جاتی اور کئی گھنٹوں تک سورج کی گرمی میں گھٹنوں کے بل بٹھا دیا جاتا۔ ہاں بعد کے دنوں میں صورت حال مختلف تھی کہ بالٹیوں میں تھوڑا سا پانی ڈال کر قیدیوں کو نہانے کے بہانے خیمے سے باہر نکالتے اور ان سب کو اجتماعی طور پر مجبور کرتے کہ برہنہ ہو کر اس پانی سے نہائیں[39]۔ کیا عجب بات ہے کہ جس قید خانے میں ایک کا دوسرے قیدی سے بات کرنا قابل سزا جرم تھا وہیں نہانے کی جگہ پر اجتماعی برہنگی کی خاطر انہیں جمع کیا جاتا۔ جس قید خانے میں قیدیوں کو دیکھنے، سونگھنے، سننے اور چھونے کا حق حاصل نہیں وہاں دوسری طرف ان کے لئے برہنہ مناظر دیکھنا لازم قرار پایا۔ قیدیوں کو نہ صرف یہاں بنیادی ضروریات سے محروم رکھا جاتا بلکہ شدید تشدد کا نشانہ بنایا جاتا اور اس تشدد سے عمر رسیدہ قیدی بھی کسی طرح مستثنیٰ نہیں تھے۔ مزید یہ کہ کسی قیدی کی بیماری، زخم اور جسمانی حالت بھی اس تشدد میں امر مانع خیال نہ کی جاتی تھی[40]۔

افغانستان میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کا رویہ نہ صرف مذکورہ بالا دو قید خانوں میں برتا گیا بلکہ افغانستان کے باقی معلوم قید خانوں میں بھی یہی طرز عمل اختیار کیا گیا۔ بنیادی ضروریات سے محرومی، مسلمہ بین الاقوامی حقوق کی پامالی اور تشدد افغانستان کی سرزمین پر جنگی قیدیوں کا مقدر بنا۔ یہ سب صرف اسی صورت میں ممکن ہوا کہ امریکی افواج اور دیگر متعلقہ اداروں کی سرگرمیاں کامیاب طریقے سے خفیہ رکھی گئیں۔ اس پالیسی ہی کا اظہار تھا کہ رشتہ داروں، وکلاء، انسانی حقوق کی تنظیموں، غیر سرکاری تنظیموں اور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

صحافیوں سمیت کسی کو بھی امریکی قبضے میں موجود قیدیوں تک رسائی سے انکار کر دیا گیا۔انٹرنیشنل کمیٹی آف دی ریڈ کراس کو صرف بگرام کے قید خانے تک رسائی حاصل تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ ریڈ کراس کے کارکن جب قید خانے میں آتے تو قیدیوں کو چھپا دیا جاتا اور جب وہ چلے جاتے تو پھر سے قیدیوں کو ان کے کمروں میں دوبارہ منتقل کر دیا جاتا۔ اس طرح ریڈ کراس کو بھی تمام قیدیوں تک رسائی حاصل نہ تھی 41۔

عراقی جنگی قیدی اور جنیوا کنونشن

امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جس جنگ کا آغاز اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر افغانستان سے کیا تھا اس سلسلے کی دوسری کڑی عراق کی سرزمین ہے۔عراق میں قیدیوں سے امریکی سلوک کا جائزہ لینے کے لئے ابوغرائب جیل کو بطور نمونہ منتخب کیا گیا ہے۔اس کی وجوہات میں سے ایک تو اس کا بڑا ہونے کے اعتبار سے اہمیت کا حامل ہونا ہے اور دوسرا اس کے متعلق مواد کی دستیابی ہے کیونکہ دیگر جیل خانوں کی نسبت اس کے متعلق زیادہ معلومات منظر عام پر آ سکی ہیں۔

اگرچہ گوانتانا موبے اور افغانستان کے قید خانوں میں بند کئے گئے افراد کے متعلق امریکی صدر اور انتظامیہ نے جنیوا کنونشنز کو ناقابل اطلاق قرار دیا تھا مگر ''آپریشن عراقی فریڈم'' اس اعتبار سے مختلف نوعیت کا حامل ہے کہ امریکی انتظامیہ نے اس آپریشن کے لئے پوری طرح جنیوا کنونشنز اور جنگ کے بین الاقوامی قانون کو قابل اطلاق قرار دیا۔اس آپریشن کے آغاز سے نہ تو سینئر قیادت نے اور نہ ہی کمانڈ نے یہ سوچا کہ جنیوا کنونشنز کا یہاں اطلاق نہیں ہوتا۔

ابوغرائب جیل دوسو ساٹھ ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے۔یہ بغداد کے مغرب میں 20 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔یہاں قیدی 10x12 فٹ رقبے کی کوٹھڑیوں میں رکھے جاتے تھے۔ہر کوٹھڑی کے اندر ایک ہک معلق رہتی تا کہ بوقت ضرورت قیدی کو اس سے لٹکایا جا سکے 42۔تاہم یہاں قید تنہائی کے لئے بھی انتہائی چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں موجود تھیں جو ناقابل یقین حد تک تنگ تھیں۔یہ صرف 1x2 میٹر رقبے پر مشتمل تھیں اور ان کے اندر کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں تھی۔اس طرح کی کوٹھڑیوں میں بستر اور ٹوائلٹ کا کوئی انتظام نہیں تھا 43۔

گوانتانا موکی طرح ابوغرائب میں بھی قیدی بنیادی ضروریات زندگی سے بری طرح محروم رکھے گئے 44۔حقوق سے محرومی کا شکار نہ صرف مرد قیدی تھے بلکہ خواتین قیدی بھی برابر محروم رکھی گئیں۔ جنیوا کنونشن اسیرانِ جنگ کو کھانے کی فراہمی جہاں قید کنندہ ریاست کی ذمہ داری قرار دیتا ہے وہیں ان کے لئے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا حق بھی فراہم کرتا ہے۔لیکن امریکی فوج نے اپنے قیدیوں کو ابو غرائب جیل میں سور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا۔بعض واقعات کی رو سے قیدیوں کو شراب پینے پر بھی مجبور کیا گیا45۔افغانستان اور گوانتانا موبے کی طرح ابوغرائب میں بھی اسیران جنگ کو قید تنہائی میں رکھا جاتا۔اس اذیت سے نہ صرف مرد قیدی گزارے جاتے بلکہ خواتین قیدی بھی اس مصیبت سے دو چار تھیں46۔ قیدیوں کو جنسی تذلیل کا تختہ مشق بنایا گیا اور اس اعتبار سے نت نئے طریقے ایجاد کئے گئے ۔ یہاں ہر قیدی اس اذیت سے دوچار کیا گیا، قیدیوں کو برہنہ کیا گیا اور دوسروں کے سامنے برہنہ رہنے پر مجبور کیا گیا۔خود لذتی جیسی قابل نفرت حرکت پر مجبور کیا گیا، دوسروں سے زناکاری کا حکم دیا گیا اور بالجبر عملدرآمد کرایا گیا۔ یہاں قیدیوں کو برہنہ کرنے اور برہنہ رکھنے کا عمل خواتین فوجیوں کی موجودگی میں معمول کا حصہ بن چکا تھا47۔ اس گندگی کی یہی حد نہ تھی بلکہ اس سے بڑھ کر ان مناظر کی باقاعدہ طور پر تصویر کشی کی جاتی اور امریکی مظلوم قیدیوں کے فوٹو گراف لے کر بہت زیادہ خوش ہوتے۔جس فوٹو گراف میں سب سے زیادہ تشدد اور ظلم دکھایا گیا ہوتا اس کو انعام کے طور پر دیوار اور کمپیوٹر کی سکرین پر سجایا جاتا48۔ یہ سب جنیوا کنونشنز کی کھلی خلاف ورزی تھا حالانکہ امریکی انتظامیہ نے افغانستان کی طرز پر کبھی عراق کی جنگ کے حوالے سے ان کنونشنز کے عدمِ اطلاق کا اعلان نہیں کیا۔

جنسی بدسلوکی اور تشدد کے ساتھ جسمانی بدسلوکی بھی یہاں اپنے عروج پر تھی۔قیدیوں کو تھپڑ مارنا، ٹھوکریں مارنا، زنجیریں پہنانا، پابہ زنجیر قیدیوں کے بازو مروڑنا، ہاتھ رکھ کر سانس روکنا، زخمی ٹانگ میں چھڑی چبھونا اور ہاتھ پاؤں باندھ کر قیدیوں پر سوار ہو جانا وغیرہ منظر عام پر آنے والی جسمانی بدسلوکی کی مثالوں میں سے چند ایک ہیں ۔ابوغرائب جیل کی تصاویر سے عیاں ہوتا ہے کہ قیدیوں کے گلے میں پٹہ ڈال کر گھسیٹا گیا اور اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی گئی کہ قیدی کے جسم سے خون بہہ رہا ہے۔قیدیوں کو لوہے کی سلاخوں کے ساتھ اس طرح باندھا گیا کہ انہیں کھڑا کر کے ان کے ہاتھ ان کی ٹانگوں کے درمیان سے پیچھے گزارے گئے49۔قیدیوں پر فاسفورس مائع شکل میں انڈیلا گیا، ان پر برہنہ حالت میں ٹھنڈا پانی بہایا گیا اور انہیں جھاڑو کے دستوں اور کرسیوں وغیرہ سے مارا گیا50۔قیدیوں کو ڈرانے کے لئے کتوں کا استعمال کیا گیا۔بعض اوقات ایک قیدی کو ایک کتے کے ذریعے ہراساں کیا جاتا تھا اور بعض اوقات دو کتوں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔عالمی میڈیا کے ذریعے سامنے آنے والی تصاویر سے یہ تعداد معلوم ہوئی ہے۔جیل میں کتے سنبھالنے والے دو افراد میں یہ مقابلہ ہوتا تھا کہ کون اپنے ہدف کو ڈرا کر اسے پیشاب یا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پاخانہ کرنے پر مجبور کرتا ہے 51۔

امریکہ کے زیرانتظام اس جیل میں قیدیوں سے کیا جانے والا سلوک اگرچہ شروع میں خفیہ رہا مگر 2004 کے موسم بہار میں تصاویر کے سامنے آنے کا جو سلسلہ شروع ہوا اس نے دنیا کی نظروں کو ابوغرائب پر مرکوز کر دیا۔ جس کے نتیجے میں سرکاری اور غیر سرکاری رپورٹس بھی تیار ہوئیں جو تصاویر کی طرح ہی مستند معلومات کا ذریعہ بنیں۔ غیر سرکاری رپورٹس میں سب سے زیادہ شہرت بین الاقوامی کمیٹی آف دی ریڈ کراس کی رپورٹ نے حاصل کی۔ چونکہ اس تنظیم کو جنیوا کنونشنز کی رو سے قیدیوں کے معاملات تک رسائی حاصل ہے لہذا اس کی رپورٹ کو خاص پذیرائی حاصل ہوئی۔

غیر سرکاری رپورٹس کی طرح سرکاری رپورٹس بھی تیار کی گئیں۔ ان میں سے ٹیگوبا رپورٹ زیادہ مشہور ہے۔ اس کی تیاری میں تصاویر اور ویڈیوز کو بھی نظر میں رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ قیدیوں، ملٹری پولیس اور خفیہ اداروں کے افراد کے بیانات اور انٹرویوز بھی کام میں لائے گئے 52۔ اس رپورٹ نے ابوغرائب جیل میں قیدیوں پر مظالم کی جو فہرست فراہم کی وہ ریڈ کراس کی غیر سرکاری رپورٹ کی نسبت زیادہ بڑی تھی اور یہاں جنیوا کنونشن کی زیادہ خلاف ورزیوں کی نشاندہی ہو رہی تھی۔

ابوغرائب جیل میں قیدیوں کے ساتھ جو بدسلوکی اور تشدد کا رویہ برتا گیا وہ نہ صرف فوجیوں کی خواہشات نفس کا نتیجہ تھا بلکہ وہ سرکاری فرمانبرداری کا بھی ثمر تھا۔ گو کہ ملٹری پولیس کے نوجوان بدسلوکی اور تشدد خود مزا لینے کے لئے کرتے تھے مگر وہ ایسا صرف اس وقت ہی کر پائے جب انہیں ان کی قیادت کی طرف سے ڈھیل دی گئی بلکہ انہیں تفتیش کے لئے قیدیوں کے ساتھ ایسا کرنے کا حکم دیا گیا 53۔ گویا تشدد اور بد سلوکی کے تانے بانے جا کر انتظامیہ کی پالیسیز سے ملتے ہیں 54۔ جیسا کہ لویولا لاء سکول کی پروفیسر مارک سٹراس نے لکھا ہے:

> The Administration's approach to interrogation of detainees and prisoners also allowed abusive tactics to flourish.55

اگرچہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ اسیران جنگ سے بدسلوکی کے محرکات میں سے ان سے دشمنی اور حصول معلومات اہم ہیں یعنی جب کبھی ان پر تشدد کیا گیا تو اس کی بڑی وجہ یا تو انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنا تھا یا ان سے معلومات کا حاصل کرنا تھا۔ لیکن جنیوا کنونشن 1929 نے شریک اقوام کو پابند کر دیا تھا کہ وہ قیدیوں سے حصول معلومات کی خاطر ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالیں گی اور اس غرض سے انہیں کسی قسم کی ناخوشگواری یا بے عزتی کے مرحلے سے بھی نہیں گزارا جائے گا مگر جنگ عظیم دوم میں قیدیوں کو عام کیمپوں میں بھیجنے سے قبل

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''تفتیشی کیمپوں'' میں رکھا گیا۔ یہاں قیدیوں کو حصول معلومات کی خاطر سخت اذیتوں سے گزارا جاتا جو بین الاقوامی قانون کی واضح خلاف ورزی تھی۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے 1949 میں جنیوا کنونشنز کے مصنفین نے عزم نو کے ساتھ ایک دفعہ پھر اہتمام کیا کہ مذکورہ کنونشنز کے رکن ممالک قیدیوں سے خفیہ فوجی معلومات کے حصول کے دوران جابرانہ طریقے استعمال نہ کریں56۔

قیدیوں سے تفتیش کی غرض سے جو تدابیر اپنائی گئیں ان میں سے ایک قابل ذکر تعداد جنیوا کنونشنز کی شقوں کے خلاف تھی۔ یہ خلاف ورزی امریکی حکام کی اجازت یافتہ فہرست میں بھی نظر آتی ہے57 اور تفتیش کاروں کی عملی سرگرمیوں میں تو یہ بدترین شکل میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ بات مزید قابل افسوس ہے کہ جو تفتیشی انداز جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گوانتاناموبے میں آزمائے گئے وہی طریقے اور حربے دیگر قید خانوں میں جان بوجھ کر منتقل کئے گئے۔ اس حوالے سے جنرل ملر اور اس کی ٹیم کو عراق میں تفتیشی عمل کے جانچنے کے لئے بھیجا گیا اور اس نے وہاں عراقی قید خانوں کو چلانے والی 800 ویں ملٹری پولیس بریگیڈ کی انچارج جنرل کارپنسکی کو دوٹوک الفاظ میں یہ پیغام دیا کہ اب کے بعد عراقی قید خانے صرف معلومات کے حصول کے لئے ہی استعمال ہوں گے۔ اپنی موجودگی میں اس نے گوانتاناموکی تدابیر کو یہاں نافذ کرایا اور روزانہ کی بنیادوں پر یہاں سی ٹی اے اور تفتیشی افسران تفتیش کرنے لگے۔ اس دوران خوراک اور نیند سے قیدیوں کو محروم رکھا گیا۔ انہیں قید تنہائی میں ڈالا گیا اور چوبیس گھنٹے تک روشنی سے محروم رکھا گیا۔ اس طرح اس ٹیم نے اپنے فوجی جوانوں کے لئے بدترین مثالیں قائم کر دیں۔ نتیجتاً صورت حال بعد میں اس سے بھی زیادہ خراب ہوگئی58 لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ جنرل ملر نے ابوغرائب کے لئے ایسے اصول وقوانین متعارف کرائے اور نافذ کرائے جن کی بدولت گوانتاناموبے کی بدسلوکیاں پروان چڑھی تھیں59۔

افغانستان اور عراق کے قیدیوں پر جنیوا کنونشن کا اطلاق بین الاقوامی قانون کی رو سے مسلمہ تھا۔ لیکن اگر بالفرض امریکہ کے دعویٰ کو ہی تسلیم کر لیا جائے کہ تیسرے جنیوا کنونشن کا اطلاق افغانستان کی جنگ کے نتیجے میں گرفتار کئے گئے ''غیر قانونی جنگجوؤں'' پر نہیں ہوتا تو بھی لازم تھا کہ عراقی قیدیوں کے ساتھ جنیوا کنونشن کا تجویز کردہ انسانی سلوک دنیا کو نظر آتا مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا۔ ابوغرائب اور گوانتاناموکے مناظر میں نمایاں فرق نہ ہونے کی وجہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ افغانستان کی جنگ پر جنیوا کنونشنز کا عدم اطلاق امریکہ کی نظر میں درحقیقت کوئی قانونی مسئلہ نہ تھا بلکہ یہ تو صرف اس کی بدنیتی تھی کہ اس نے غیر ''قانونی جنگجو'' کی اصطلاح کو آڑ بنایا تا کہ قیدیوں کے ساتھ اس کے تشدد اور بدسلوکی کی پالیسی کی راہ میں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جنیوا کنونشنز حائل نہ ہوسکیں۔

امریکہ اپنی بے مثال قوت کے نشہ میں تمام عالمی قانونی اور اخلاقی حدوں کو پامال کر گیا اور اُس نے سخت وحشیانہ اور الم ناک داستانوں کو جنم دیا ہے۔لیکن افغان جنگ میں روس کی طرح ناکام ہوکر واپسی کے عمل سے گزر رہا ہے۔ابھی مزید بہت سے واقعات سے پردہ اٹھے گا جب دنیا بھر کے انصاف پسندوں کو حقوق کے اس عالمی چیمپین کا اصل چہرہ اپنے حقیقی رنگ میں دکھائی دے گا۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ Transcript of President Bush's Address Retrieved on 13 November, 2008 from http://archives.cnn.com/2001/US/09/20/gen.bush.transcript/

۲۔ News Attacking Terrorism: elements of a grand strategy, P. 205-206; Rumsfeld Briefing, 11 January, 2002

۳۔ Memorandum for the Vice President, February 7, 2002, P. 2

۴۔ The Road to Abu Ghraib, Human Rights Watch, June, 2004, P. 5

۵۔ Memorandum for Alberto R. Gonzales, August 1, 2002, P. 31

۶۔ Memorandum for the Vice President, February 7, 2002, P. 2

۷۔ Larry May, Humanity, Prisoners of War, and torture, in Intervention, Terrorism and Torture, Contemporary Challenges to just war theory, edited by S.P. Lee, P. 2

۸۔ Adam Roberts, Documents on the Laws of War, Clarendon Press, Oxford, 1982, P. 31

۹۔ David P. Forsythe and Charles J. Mach, United States Policy toward Enemy Detainees in the War on Terrorism, Human Rights Quarterly, May 2006, P. 472

۱۰۔ Iraq Abuse Trial is again limited to lower Ranks, New York Times, 23 March, 2009

۱۱۔ United States Policy toward Enemy Detainees in the War on Terrorism, P. 480

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۲۔ مشتاق احمد، محمد، جہاد، مزاحمت اور بغاوت: اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں، ص 670، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، 2008ء

۱۳۔ The Road to Abu Ghraib, P. 12

۱۴۔ Avril McDonald, Defining the War on Terror and the Status of Detainees: Comments on the Presentation of Judge George Aldrich, Humanitares Volkerrecht, No. 4, 2004. P. 208

۱۵۔ Gabor Rona, Legal Issues in the "War on Terrorism", German Law Journal, Vol. 9, No. 5, P. 734

۱۶۔ 58. White House Press Secretary announcement of President Bush's determination re legal status of Taliban and Al Qaeda detainees U.S. Deptt.of State, (February 7, 2002), Retrieved on 24 October, 2008 from http://www.state.gov/s/l/38727.htm

۱۷۔ Geneva Convention for the Treatment of Prisoners of War 1949, Art 4

۱۸۔ Aldrich, George, H., The Taliban, Al-Qaeda, and the Determination of Illegal Combatants, Humanitares Volkerrech, No. 4,2002, P. 204

۱۹۔ Wolfrum and E. Philip, The Status of the Taliban: Their Obligations and rights under International Law, Max Planck Yearbook of United Nations Law, 2002, Vol. 6, P. 599

۲۰۔ Mann, Guantanamo Bay: The legal black hole, Lecture, 25 November, 2003, P. 6-7 Retrieved on 26 Augusst, 2009, from http://www.statewatch.org/news/2003/nov/guantanamo.pdf

۲۱۔ Geneva Convention (IV) Relative to the Protection of Civilian Persons in the Time of War, Art 4,

۲۲۔ Knutt Dormann, The legal situation of unlawful/unprivileged Combatants, ICRC

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

Review, March 2003, Vol. 85, P. 48

۲۳۔ Protocol Additional to the Geneva Conventions of 12 August, 1949 and relating to the Protection of Victims of International Armed Conflict (Protocol I), 8 June, 1977, Art 45.

۲۴۔ Geneva Convention for the Treatment of Prisoners of War 1949, Art 5

۲۵۔ FM 27-10, The Law of Land Warfare, Para 247, Retrieved on 13 August, 2007, from http://www.aschq.army.mil/supportingdocs/Fm27_10.pdf

۲۶۔ The Taliban, Al-Qaeda,& the Determination of Illegal combatants P.205

۲۷۔ USA: Resorting the Rule of Law: The right to Guantanamo detainees to Judicial Review, Amnesty International, June 2004, P. 24

۲۸۔ Sandoz, Swinarski & Zimmermann, Commentary on the Additional Protocols to the Geneva Conventions, ICRC and Martinus Nijhoff Publishers, 1987, P. 553

۲۹۔عبدالرحیم مسلم دوست، بدرالزماں، گوانتانامو کی ٹوٹی زنجیریں، ص 71، محمد ناصر خان (مترجم)، الخلافہ پبلیکیشنز، لاہور

۳۰۔ "Enduring Freedom" Abuses by U.S. Forces in Afghanistan, P. 34 Human Rights Watch, March 2004, Code C 1603

۳۱۔ Natta, Don Van, A dark Jail for Qaeda suspects, captives are deprived of sleep and some times chilled. New York Times, March 10, 2003,

۳۲۔محمد ناصر خان، سی آئی اے کی خفیہ جیلیں، ص 101-102، فاران پبلشرز، لاہور، س ن

۳۳۔ Gannon, Prisoners Released from Bagram Say Forced to Strip Naked, Deprived of Sleep, Ordered to Stand for Hours, AP World, General News, March 14, 2003

۳۴۔ Brain and fields, How do Interrogators Make a Captured Terrorist Talk? Wall Street Journal, March 4, 2003, P. BI

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۳۵۔ گوانتاناموکی ٹوٹی زنجیریں، ص 80

۳۶۔ ایضاً، ص 74

۳۷۔ Tim Golden, In US Report, Brutal Details of 2 Afghan Inmates Death, New York Times, May 20, 2005, P. AI

۳۸۔ "Enduring Freedom" Abuses by U.S. Forces in Afghanistan, , P. 37-38

۳۹۔ گوانتاناموکی ٹوٹی زنجیریں، ص 103-105

۴۰۔ "Enduring Freedom" Abuses by U.S. Forces in Afghanistan, , P. 39

۴۱۔ گوانتانا موکی ٹوٹی زنجیریں، ص 71 ؛ United States of America, The threat of a bad example:, Amnesty International, August, 2003, P. 13

۴۲۔ McGeary, The Schandals Growing Stain: Abuses by U.S. Soldiers in Iraq Shock the World and Roil the Bush Administration: The Inside Story of What Went Wrong - And Who's to Blame, Time, May 17, 2004

۴۳۔ Michael Otterman, American Torture: from the Cold War to Abu Graib and beyond, P. 167, Melbourne University Press, Australia, 2007.

۴۴۔ Luke Harding, After Abu Ghraib, The Guardian, 20 September, 2004

۴۵۔ Inmates tell of Abu Ghraib Abuse, Guardian.co.uk, 12 January, 2005

۴۶۔ MgHeorge R.Fay, AR 15-6 Investigation of the Abu Ghraib Detention Facility and 205th Military Intelligence Brigade. یہ رپورٹ www.c-span.org پر دستیاب ہے۔ یہ رپورٹ اس سائٹ پر "Executive Summary Investigation of Intelligence Activities at Abu Ghraib" کے نام سے PDF فائل کے اندر تیسرے نمبر پر موجود ہے۔ دراصل یہ فائل تین مختلف رپورٹس کا مجموعہ ہے۔

۴۷۔ McGeary, The Schandals Growing Stain: Abuses by U.S. Soldiers in Iraq Shock the World and Roil the Bush Administration: The Inside Story of What Went Wrong - And Who's to Blame, Time, May 17, 2004

۴۸۔ A.K. Gupta, Dehumanized: Torture is Prevalent Both in Iraq and Here at Home, The Indypendent, 13 May, 2004

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۴۹۔ The Abu Ghraib Prison Photos, Feb, 16, 2006.

یہ تصاویر www.antiwar.com پر دستیاب ہیں

۵۰۔ Seymour M. Hersh, Torture at Abu Ghraib: American Soldiers Brutalized Iraqis, New Yorker, P. 42, May 10, 2004

۵۱۔ E. Schmitt, Abuses at Prison Tied to Officers in Intelligence, New York Times, 26 August, 2004, P. AI

۵۲۔ U.S. Abuse of Iraqi Detainees at Abu Ghraib Prison, American Journal of International Law, Vol. 98, No. 3, Jul. 2004, P. 594

۵۳۔ E. Schwartz, Independent Panel on Abu Ghraib is Urged, L.A. Times, 9 September, 2004, PA3

۵۴۔ A. Dershowitz, When Torture is the least evil of terrible options, Times Higher Educ. Supp., 11 June, 2004.

۵۵۔ Marcy Strauss, The Lessons of Abu Ghraib, Ohio State Law Journal, Vol. 66, P. 1280

۵۶۔ Pictel, Jean, S. Commentary III Geneva Convention Relative to Treatment of Prisoners of war, P. 163-164, ICRC, Geneva, 1960.

۵۷۔ Memorandum for the Commander, U.S. Southern Command from the Secretary of Defense, Memo 27, 16 April 2003

۵۸۔ J. Barry, M. Iisikoff and M. Hirsh, The Roots of Torture, Newsweek, 24 May 2004.

۵۹۔ E. Spannaus, Abu Ghraib, Satanists, And Spoon-Benders, Executive Intelligence Review, 26th August, 2005.

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.